25

اللہ تعالیٰ کی طرف جھکو اور اُسی پر توکل کرو کہ تمہاری تمام مشکلات کا یہی واحد علاج ہے

(فرمودہ 18 جولائی 1952ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''شاید 1911ء کی بات ہے جبکہ میں شملہ گیا ہوا تھا۔ وہاں میں نے ایک رؤیا دیکھا کہ گویا مجھے کسی کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ آیا اللہ تعالیٰ نے وہ کام میرے سپرد کیا تھا یا اس کے کسی فرشتے نے اس کام پر مجھے مقرر کیا۔ ممکن ہے اُس وقت یہ چیز میرے ذہن میں ہو مگر اِس وقت نہیں۔ بہرحال کسی بالا ہستی نے میرے سپرد ایک کام کیا اور اُس کام پر روانہ ہوتے وقت مجھے یہ نصیحت کی کہ جس کام کے لئے تمہیں بھجوایا جا رہا ہے اس کے رستہ میں تمہیں بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ چاروں طرف سے تمہیں ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی جائے گی اور لوگ تمہیں تمہارے اصل مقصد سے غافل رکھنے کی کوشش کریں گے مگر تم اُن کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا اور سیدھے چلتے چلے جانا۔ پھر یہ بھی کہا کہ تمہاری توجہ کو پھرانے کے لئے یہ مشکلات کئی شکلوں میں آئیں گی۔ کبھی وہ غیر مرئی ہوں گی اور کبھی مرئی ہوں گی۔ کبھی وہ ڈرانے والی شکلوں میں تمہارے سامنے آئیں گی اور کبھی یونہی آوازیں سنائی دیں گی مگر تم ان کی پروانہ کرنا اور یہی کہتے چلے جانا کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''۔ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''۔ چنانچہ میں اس کام کے لئے روانہ ہو گیا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ

ایک بھاری جنگل رستہ میں آ گیا اور ایک دشوار گزار پہاڑی رستہ سے مجھے گزرنا پڑا۔ میں ایک پگڈنڈی پر جا رہا تھا کہ مجھے اپنے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے سے مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں اور مجھے مختلف طریق سے اپنے مقصد سے پھرانے لگیں۔ کبھی وہ مجھے دوستانہ رنگ میں بلاتی تھیں اور کبھی دشمنی کے رنگ میں بلاتی تھیں۔ کئی دفعہ مجھے بلانے والے نظر نہیں آتے تھے اور کبھی ڈرانے والی چیزیں مجھے نظر آتی تھیں۔ کبھی شیر کی شکل ہوتی تھی تو انسان کا دھڑ ہوتا تھا، کبھی انسان کی شکل ہوتی تھی تو شیر کا دھڑ ہوتا تھا۔ کبھی انسان کا منہ ہوتا تھا اور گدھے کا جسم ہوتا تھا اور کبھی گدھے کا منہ ہوتا تھا اور انسان کا جسم ہوتا تھا۔ کبھی خالی سر پھرتے نظر آتے تھے اور کبھی خالی دھڑ باتیں کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ غرض جب چاروں طرف اسی قسم کے نظارے نظر آتے اِس پر میں کہتا ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''۔ اور جب میں ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کہتا'' تو ڈرانے والی چیزیں سب غائب ہو جاتیں۔ اگر وہ آوازیں غیر مرئی ہوتی تھیں تو بند ہو جاتیں۔ اگر خالی دھڑ ہوتے تو غائب ہو جاتے۔ مگر تھوڑی دُور چل کر پھر اَور شکلیں ظاہر ہو جاتیں۔ لیکن جب میں پھر ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتا تو وہ سب غائب ہو جاتیں۔ پھر ایک نیا فتنہ کھڑا ہوتا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ فتنہ غائب ہو جاتا۔ پھر ایک نیا فتنہ کھڑا ہوتا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی مٹ جاتا۔ یہاں تک کہ میں سفر طے کر کے منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔

یہ چالیس سال پہلے کی خواب ہے جس میں درحقیقت ان آنے والی مصیبتوں اور مشکلات کا علاج بتایا گیا تھا جو ازل سے خدا کی طرف سے جماعت احمدیہ کے لئے مقرر ہیں۔ اس خواب کے کئی پہلو متفرق اوقات میں پورے ہو کر جماعت کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ ہماری جماعت پر اِس قدر مصائب اور ابتلاء آئے اور آتے رہے کہ ہر وقت سمجھا گیا کہ یہ جماعت ختم ہو گئی ہے لیکن ہر فتنہ کے بعد دنیا نے یہی دیکھا کہ احمدیت پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی سے قائم ہے۔ آپ لوگوں نے بارہا دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے شدید مخالفتوں کے باوجود جماعت کو بڑھایا اور جس چیز کی اس نے پہلے سے خبر دے دی تھی اُس کو ہمیشہ پورا کیا۔ اتنے واضح نشانات دیکھنے کے بعد بھی اگر ہماری جماعت کبھی متردّد ہو تو اس کو یقین دلانے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ مشکلات آئیں گی اور مختلف شکلوں اور مختلف اوقات میں آئیں گی۔ اور پھر بتایا گیا ہے کہ اس کا یہ علاج نہیں کہ تم فساد کرنے لگ جاؤ بلکہ اس کا علاج صرف

ایک ہی ہے کہ تم خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور اُس کی مدد اور اُس کا فضل اور رحم مانگو۔ مخالفین کے منصوبوں اور اُن کی کوششوں کا یہ علاج نہیں کہ تم بھی منصوبے کرو بلکہ اس نے ان کا جو علاج مقرر کیا ہے وہ کرتے چلے جاؤ اور ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتے چلے جاؤ۔ جب تم سچے دل سے یہ کہو گے کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' تو سب مشکلات دور ہو جائیں گی۔ یہ اتنا لمبا تجربہ شدہ نسخہ روحانی جماعتوں کا ہے کہ اس کے لئے کسی رؤیا کی ضرورت نہیں۔ گو رؤیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نشان کو تازہ کرنے کے لئے دکھایا ہے۔ ورنہ یہ سنتُ اللہ ہے کہ جب بھی خدا تعالیٰ کے مامورین، مصلحین اور اس کے نیک اور بزرگ بندے دنیا میں آئے تو اُن کی ہمیشہ ہی مخالفت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ[1]۔ ہائے افسوس! ان بندوں پر کہ کبھی بھی کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ جس سے لوگوں نے ہنسی اور مذاق نہ کیا ہو۔ لوگ ان چیزوں اور دعووں پر جو غلط ہوتے ہیں ٹھٹھا اور مذاق نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ لوگ جھوٹ بولیں، کسی کو اپنا معبود بنا لیں، کسی کو خدا تعالیٰ کا نام دے دیں، کسی کو شارع سمجھ لیں ان کی مخالفت نہیں ہوتی۔ لیکن تم سچے ہو کر انسان ہونے کا دعویٰ بھی کرو تو لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔ کیونکہ سچے کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے، اور قرآن کریم نے بتایا ہے کہ جب بھی نبیوں یا اُن کے متبعین پر مصائب آئے اُن کا علاج یہی تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے، خدا تعالیٰ کی طرف انہوں نے توجہ کی اور اُس سے مدد مانگی۔ آخر ایک دن خدا تعالیٰ کی مدد آئی اور وہی مخالفتیں جو لوگ کر رہے تھے اُن کے لئے کھاد کا کام دے گئیں اور جماعت کے ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کا وقت آ گیا۔

اسلامی تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے ساتھ بھی ایسے بہت سے واقعات گزرے ہیں۔ مثلاً خواجہ نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے متعلق ہی تاریخ میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ دہلی کے بہت سے لوگ آپ کے مرید تھے اور بعض بارسوخ لوگ بھی آپؒ کے مریدوں میں شامل تھے۔ بعض دشمنوں نے بادشاہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ باغی ہیں اور ایک دن آپ کے مقابلہ میں کھڑے ہو جائیں گے۔ آہستہ آہستہ بادشاہ اُن کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ بادشاہ اُن دنوں ایک مُہم پر جانے والا تھا۔ وہ

کہنے لگا اِس مُہم سے فارغ ہو جائیں تو اِن کا فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ وہ مُہم پر چلا گیا۔ بعض مریدوں نے حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کے کانوں میں بھی یہ بات ڈال دی کہ بعض حاسدوں نے آپ کے متعلق بادشاہ کے دل میں یہ شُبہ ڈالا ہے کہ آپ حکومت کے باغی ہیں اور اب بادشاہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ سفر سے واپس آکر آپ کو سزا دے گا۔ اس کا کوئی علاج کرنا چاہیے اور بادشاہ کے درباریوں کو سمجھا کر اس بات پر تیار کرنا چاہیے کہ وہ بادشاہ کو حقیقت سے آگاہ کر دیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہم نے کچھ نہیں کیا ہم اس کا کیا علاج کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ مگر چونکہ مرید گھبرائے ہوئے تھے اس لئے وہ بار بار خواجہ صاحب کے پاس آتے اور کہتے کہ حضور! اِس طرف توجہ فرمائیں کیونکہ بادشاہ نے کہا ہے کہ مُہم سے فارغ ہونے کے بعد وہ کوئی نہ کوئی کارروائی کرے گا مگر آپ یہی فرماتے رہے کہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں، خدا تعالیٰ کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ ہم صرف یہی کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ آخر بادشاہ مُہم سے کامیابی کے ساتھ لوٹا اور جب دہلی میں خبر آئی کہ بادشاہ مُہم کو سر کرنے کے بعد دہلی واپس آ رہا ہے تو وہ پھر حضرت خواجہ صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے بادشاہ واپس آ رہا ہے۔ بہتر ہے کہ اُس کے منہ چڑھوں سے اُس کے پاس سفارش کروائی جائے۔ حضرت خواجہ نظام الدین صاحب نے فرمایا۔ ''ہنوز دلّی دور است۔'' ابھی دلّی بہت دور ہے گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ اُس زمانہ میں بادشاہ پڑاؤ کرتے آتے تھے۔ جب بادشاہ کچھ فاصلہ پر اَور آگے آ گیا۔ تو حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے مرید پھر آپ کے پاس گئے اور عرض کیا بادشاہ دہلی کے اَور قریب آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ''ہنوز دلّی دور است'' ابھی دلّی بہت دور ہے۔ آخر وہ نصف فاصلہ طے کر آیا۔ پھر وہ دو تہائی فاصلہ طے کر آیا۔ پھر ایک چوتھائی فاصلہ پر پہنچ گیا۔ ہر دفعہ مرید حضرت خواجہ صاحبؒ کے پاس پہنچتے لیکن آپ یہی فرماتے کہ ''ہنوز دلّی دور است۔'' ابھی دلی بہت دور ہے۔ آخر وہ دن آ گیا جب بادشاہ کو شام کے قریب دہلی کے پاس پہنچنا تھا۔ اُس وقت یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ جب سفر سے واپس لَوٹتے تو صدر مقام کے قریب رات کو قیام کرتے اور صبح کو شہر میں جلوس کی صورت میں داخل ہوتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی۔ بادشاہوں نے شہر کے باہر کچھ محلّات بنائے ہوتے تھے۔ جب کبھی سفر سے واپس لوٹتے تو رات کو ان محلّات میں قیام

کرتے تا لوگ ان کے استقبال کے لئے مناسب تیاری کرلیں۔ بادشاہ اس قاعدہ کے مطابق شہر کے باہر کچھ فاصلہ پر ٹھہر گیا۔ ولیعہد کی طرف سے بادشاہ کو ایک پُرتکلف دعوت دی گئی۔ مرید حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے پاس آئے اور عرض کیا حضور! اب تو بادشاہ شہر کے بالکل قریب آ گیا ہے اور صبح شہر میں داخل ہو جائے گا۔ آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ ''ہنوز دلّی دور است۔'' رات کو بادشاہ کے اعزاز میں اور مُہم کو کامیابی سے سَر کرنے کے سلسلہ میں خوشی کا اظہار کرنے کے لئے جشن منایا گیا اور اس کا انتظام محل کی چھت پر کیا گیا۔ شاید گرمی کا موسم تھا جس کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ بہرحال بادشاہ کی مقبولیت کی وجہ سے لوگوں نے اِس قدر دعوت نامے لئے کہ چھت گر گئی۔ اور بادشاہ اُس چھت کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا۔

پس بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنا فضل اس رنگ میں بھی نازل کرتا ہے۔ لیکن کبھی وہ مخالفین کے دلوں کو ایمان سے بھر دیتا ہے اور وہ ایمان لا کر متبعین میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔2 یعنی جو بات بھی وہ میرے دل میں ڈالتا ہے وہ ہدایت کی ہوتی ہے۔ اِسی طرح ایک دفعہ جب آپ ایک جنگ سے واپس لَوٹے تو ایک شخص جس کا بھائی ایک جنگ میں مارا گیا تھا اور اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے بھائی کا بدلہ لے گا وہ آپ کے ساتھ آیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے بدلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرے گا۔ صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا نہیں رہنے دیتے تھے۔ وہ شخص کئی منزلیں آپ کے ساتھ ساتھ آیا لیکن وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ہر گھڑی اُس نے صحابہؓ کو آپ کی حفاظت کرتے ہوئے پایا۔ جب قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو صحابہؓ سے کچھ غفلت ہوئی انہوں نے خیال کیا کہ اب ان کا اپنا علاقہ ہے دشمنوں کا نہیں۔ اس لئے وہ باغ میں اردگرد پھیل گئے اور سو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک جگہ لیٹ گئے اور صحابہؓ نے پہرہ کی کوئی ضرورت نہ سمجھی۔ انہیں کیا پتا کہ دشمن چوری چوری ساتھ آیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے کہ وہ شخص آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ کی تلوار اٹھائی، اُسے میان سے باہر نکالا اور آپ کو جگا کر کہا میں فلاں شخص ہوں۔ آپ کے ساتھیوں نے میرے بھائی کو مارا ہے میں اس کا بدلہ لینے کے لئے آپ لوگوں کے ساتھ ساتھ آیا ہوں۔ اب بتائیں آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بغیر کسی گھبراہٹ کے فرمایا اللہ! یعنی اللہ مجھے بچا سکتا ہے۔ یہ بظاہر ایک لفظ تھا لیکن جو یقین اور وثوق اور ایمان اس کے پیچھے تھا اُس نے اُس پر ایسا اثر کیا کہ اُس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے وہ تلوار پکڑ لی اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا اب تم بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا حضور ہی رحم فرمائیں تو میری جان بچ سکتی ہے ورنہ نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے میری زبان سے اللہ کا لفظ سنا اور پھر بھی نہ سمجھا کہ تمہیں اللہ ہی بچا سکتا ہے میں نہیں بچا سکتا۔ پھر آپ نے اسے معاف فرما دیا اور وہ ایمان لے آیا۔3 اب دیکھو وہ شخص آپ کا سخت مخالف تھا اور آپ کو قتل کرنے کے لئے کئی منزلیں طے کر کے آیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ایماندار بنا دیا۔ غرض ایمانیات میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک شخص دشمن ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ اُسے دوست بنا دیتا ہے۔

اِسی قسم کا ایک اَور واقعہ بھی تاریخ میں آتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے تشریف لے گئے تو دو ہزار کفار بھی لشکر میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں بھی اپنے لشکر میں شامل کر لیں، ہم وہاں اپنے جوہر دکھائیں گے۔ جب دشمن نے آپؐ پر حملہ کیا تو ان سے برداشت نہ ہو سکا، اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ پیچھے بھاگے۔ اُن کے بھاگنے کی وجہ سے مسلمانوں کے گھوڑے بھی بھاگ نکلے۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وقت میں صرف بارہ آدمی رہ گئے پھر ایک ریلا آیا تو یہ بارہ آدمی بھی پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ اُس وقت ایک شخص جس کا نام غالباً ابوسفیان تھا۔ (یہ ابوسفیان وہ شخص ہے جس کے پاس کعبہ کی کنجی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے بعد کعبہ کی کنجی اِسی کے سپرد کی تھی اور ترکوں کے وقت تک اِسی کی اولاد کے پاس کنجی چلی آئی ہے۔ اب پتا نہیں ابنِ سعود کی حکومت نے وہ کنجی اس قبیلہ سے واپس لے لی ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص کعبہ کی زیارت کرنا چاہتا تھا تو اِس سے کنجی لیتا تھا اور زیارت کے بعد اسے واپس کر دیتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ کعبہ کی زیارت کرنی چاہی تو اس سے کنجی لی اور زیارت کی۔) وہ بظاہر ایمان لے آیا تھا لیکن اس کی نیت یہ تھی کہ اگر موقع ملا تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے گا۔ وہ کہتا ہے میں بھی اُس وقت قریب تھا اور اِس تاک میں تھا کہ اگر موقع مل جائے تو آپؐ پر حملہ کر دوں۔ میں نے میدان خالی پایا تو آپؐ کے قریب

پہنچا اور نیت کی کہ آپؐ پر حملہ کر دوں۔ لیکن مجھے دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! تُو اس کے دل سے سارا بغض نکال دے۔ پھر آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا کی کہ اے اللہ! تُو اس کے دل سے سارا بغض نکال دے۔ یہ فقرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلنا ہی تھا کہ مجھے یوں معلوم ہوا کہ گویا بجائے اس کے کہ میں آپ کو قتل کرنے آیا ہوں آپ پر جان نثار کرنے آیا ہوں۔ میرے اندر محبت کا اتنا جوش پیدا ہوا کہ وہی تلوار جس سے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کرنا چاہتا تھا ہاتھ میں لے کر میں نے آپ کی سواری کے آگے آگے لڑنا شروع کیا۔ اُس وقت میرے اندر اتنا جوش تھا کہ خدا کی قَسم! اگر اُس وقت میرے سامنے میرا باپ بھی آ جاتا تو میں تلوار سے اُس کی گردن اُڑا دیتا۔4 دیکھو وہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے آیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر تبدیلی پیدا کر دی اور وہ ایمان لے آیا۔

پس ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ مخالف کو دوست بنا دیتا ہے۔ اور ایک ذریعہ وہ ہے جو حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے مخالف کے مقابلہ میں اختیار کیا گیا۔ اُس بادشاہ کا مر جانا خواجہ نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے اختیار میں نہیں تھا۔ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں تھا اور فرشتوں کی مدد سے ایسا ہوا۔ پس بعض دفعہ خدا تعالیٰ مخالف کو ہدایت دے دیتا ہے اور وہ دوست بن جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ وہ اُسے مار دیتا ہے۔ ہمیں کسی خاص طریق کے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ دعا مانگنے کی ضرورت ہے کہ جو لوگ بھی مخالف ہیں خدا تعالیٰ ہمیں اُن کے شر سے محفوظ رکھے اور ہم پر اپنا فضل نازل کرے۔ ہاں کوئی مخالف ایسا بھی ہوتا ہے جو شر میں بڑھ جاتا ہے اور اس کے لئے ہمیں بددعا بھی کرنی پڑتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعض دشمنوں کے لئے بددعا کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنے بعض دشمنوں کے لئے بددعا کی ہے۔ لیکن عام طور پر ہمارا یہی اصول ہونا چاہیے کہ ہم کسی کے لئے بددعا نہ کریں۔ بلکہ ہمیں اپنے مخالفین کے لئے دعا کرنی چاہیے۔ آخر انہوں نے ہی ایمان لانا ہے۔

مولوی عبدالکریم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں چوبارہ میں رہتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکان کے نچلے حصہ میں تھے کہ ایک رات نچلے حصہ سے مجھے اس طرح رونے کی آواز آئی جیسے کوئی عورت دردِزہ کی وجہ سے چلّاتی ہے۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے

کان لگا کر آواز کو سُنا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کر رہے ہیں۔ اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اے خدا! طاعون پڑی ہوئی ہے اور لوگ اس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اے خدا! اگر یہ سب لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔

اب دیکھو طاعون وہ نشان تھا جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ طاعون کے نشان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے بھی پتا لگتا ہے۔ لیکن جب طاعون آتی ہے تو وہی شخص جس کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے وہ آتی ہے خدا تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ! اگر یہ لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ پس مومن کو عام لوگوں کے لئے بددعا نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ انہی کے بچانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اگر وہ ان کے لئے بددعا کرے گا تو وہ بچائے گا کس کو؟ احمدیت قائم ہی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ اسلام کو بچائے، احمدیت قائم ہی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بچائے۔ انسان کی عظمت انہیں واپس دلائے۔ بنوعباس اور بنوامیہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو جو شوکت اور عظمت حاصل تھی آج وہی شوکت اور عظمت احمدیت مسلمانوں کو دینا چاہتی ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتی ہے کہ بنوعباس اور بنوامیہ کی خرابیاں ان میں نہ آئیں۔ پس جن لوگوں کو اعلیٰ مقامات پر پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے ان کے لئے ہم بددعا کیسے کر سکتے ہیں۔ آخر تم سے زیادہ خدا تعالیٰ کی غیرت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں فرمایا ہے۔

اے دل تُو نیز خاطر ایناں نگاہ دار

کآخر کنند دعویٰ حُبِّ پیمبرم[5]

اس میں خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے منہ سے کہلاتا ہے۔ اے میرے دل! تُو ان لوگوں کے خیالات، جذبات اور احساسات کا خیال رکھا کر۔ تا اِن کے دل میلے نہ ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تُو تنگ آ کر بددعا کرنے لگ جائے۔ آخر ان کو تیرے رسولؐ سے محبت ہے اور وہ اسی محبت کی وجہ سے جو انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تجھے گالیاں دیتے ہیں۔

یہی اصل چیز ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے ایک حصہ ناواجب مخالفت کر رہا ہے۔ لیکن ایک حصہ محض اُن کے جال میں پھنس گیا ہے اس لئے وہ ہماری مخالفت کرتا ہے۔

گویا ان کی مخالفت ہمارے آقا کی محبت کی وجہ سے ہے۔ جب ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ ہم رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں تو وہ کہیں گے کہ یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے والے ہیں، ان کی مدد کرو۔ یہ دن ضرور آئے گا۔ آخر غلط فہمیاں کب تک جائیں گی۔ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ تم ساری دنیا کو چند دن کے لئے دھوکا دے سکتے ہو، تم کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لئے دھوکا دے سکتے ہو۔ لیکن تم ساری دنیا کو ہمیشہ کے لئے دھوکا نہیں دے سکتے۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ سو فیصدی لوگ چند دن کے لئے گمراہ ہو جائیں یا دس آدمی ہمیشہ کے لئے گمراہ ہو جائیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ساری دنیا ہمیشہ کے لئے گمراہ ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ سچائی آہستہ آہستہ کھل جاتی ہے۔ آخر تم کہاں سے آئے ہو؟ پیدائشی احمدیوں کو جانے دو باقی وہی ہیں جو احمدیوں کو گالیاں دیتے تھے۔ مجھے کئی لوگ ایسے ملتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم آپ کو قتل کرنے آئے تھے پھر ایمان لے آئے۔ آخر انہی لوگوں میں سے تم آئے ہو۔ یہ تعلق خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ جس خدا نے تمہارے اندر یہ تغیر پیدا کیا ہے اُسے طاقت حاصل ہے کہ ان لوگوں کے اندر بھی تغیر پیدا کر دے۔

پس خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ تم اپنے نفسوں پر توکل نہ کرو۔ تمہارا توکل محض خدا پر ہونا چاہیے کیونکہ انسان بے وفا ہوتا ہے۔ انسان ڈرپوک ہوتا ہے اور وہ بسا اوقات ڈر کے مارے سچائی کو چھوڑ دیتا ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے سامنے جاؤ، اُسے طاقت بھی حاصل ہے اور وہ بے وفا بھی نہیں۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ اُس کے بندوں کی بلا وجہ مخالفت ہو رہی ہے تو اُس کی غیرت بھڑک اٹھتی ہے۔ اور جب مخالف کہتا ہے کہ ہم نے اپنے حریف کو مار دیا تو وہ مرے ہوئے انسان میں نئی طاقت اور نئی زندگی پیدا کر دیتا ہے اور وہ آدم کی طرح تمام دنیا پر چھا جاتا ہے۔" (الفضل 14 جون 1961ء)

1: یٰسٓ: 31

2: مسلم کتاب صفات المنافقین باب تحریش الشَّیْطَان. (الخ)

3: السِّیْرَۃُ النَّبوِیَّۃ فی فَتْحِ الْبَارِی جزء ثانی صفحہ 361۔ مطبوعہ کویت 2001ء

4: سیرت ابن ہشام جلد 4 صفحہ 87، مطبوعہ مصر 1936ء (مفہومًا)

5: درثمین فارسی صفحہ 107 شائع کردہ نظارت اشاعت وتصنیف ربوہ۔